مولانا محمد تقی امینی

روزہ کے ذریعے انسان کی اصلاح و درستی کا حکم

جیسا کہ پہلے کہا گیا ہے کہ قرآن ہدایت کی کتاب ہے۔ اسی کی مناسبت سے حکم و احکام کی ترتیب ہے۔ اوپر مقتولوں میں برابری اور حقوق کی حفاظت کا حکم ہے، بعد میں جہاد و قتال کا حکم ہے۔ درمیان میں روزہ کا حکم دیا گیا کہ اس کے ذریعہ انسان کی اصلاح و درستی ہو اور حق و انصاف پر قائم رہنے میں سہولت ہو۔ انسان کو اللہ نے بیشمار خوبیوں سے نوازا ہے لیکن اس میں خامیاں بھی ہیں جو خوبیوں کے ابھرنے میں رکاوٹ بنتی ہیں اور ایسے غلط کام پر لگا دیتی ہیں جو انسان کے کردار کو داغدار بنا دیتی ہیں۔ اللہ نے خامیوں کی اصلاح کے لیے روزمرہ کی زندگی میں عبادت و نیکی کے بہت سے طریقے مقرر کئے ہیں۔ روزہ کو ان میں خاص اہمیت ہے، جس کے ذریعہ انسان کو اپنی طبیعت دبانے اور اپنے اوپر قابو پانے کی ٹریننگ دی جاتی ہے۔ پھر خامیوں کو دور کرنے میں سہولت ہوتی ہے۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ
عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ اَيَّامًا
مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ
فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ
فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ؕ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ
خَيْرٌ لَّهٗ ؕ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝
(البقرہ : ۸۴/۸۳)

اے ایمان والو تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جس طرح ان لوگوں پر فرض کئے گئے تھے جو تم سے پہلے تھے تاکہ تمہاری اصلاح ہو جائے۔ (یہ روزے) گنتی کے چند دن ہیں

(۲۹ یا ۳۰ دن) پھر جو کوئی تم میں سے بیمار ہو جائے یا سفر پہ ہو تو دوسرے دنوں سے یہ گنتی پوری کرے۔ اور ان لوگوں پر جو روزہ کی طاقت رکھتے ہیں ان پر (بطور) فدیہ ایک مسکین کا کھانا ہے[۱] پھر جو کوئی مزید نیکی کرے تو وہ اس کے لیے بہتر ہے اور روزہ رکھنا تو (بہر حال) بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔

---

[۱] اس آیت کی تفسیر میں ہمارے مفسرین کے بہت سے اقوال ہیں، لیکن کسی کو ایسی سند نہیں حاصل ہے کہ دوسرے قول کو بالکل رد کر دیا جائے۔ مثلاً:-

(۱) کسی نے اس سے مراد ایسے بوڑھے اور ایسے بیمار لیا ہے جن میں روزہ کی طاقت کی امید نہ ہو۔

(۲) کسی نے اس سے صدقہ فطر مراد لیا ہے۔

(۳) کسی نے یہ ابتداء کے لیے تسلیم کیا ہے کہ پہلے روزہ کا حکم اختیاری تھا کہ اگر ایک مسکین کو کھانا کھلا دے تو روزہ ذمہ سے ساقط ہو جاتا تھا۔ بعد میں یہ حکم موقوف ہو گیا۔

ان اقوال میں جس کو جو قول پسند آئے وہ اختیار کرلے۔

ان اقوال میں ایک اور قول کا اضافہ بھی ہو سکتا ہے جس کو وجوبی حکم کا درجہ تو حاصل نہیں ہے لیکن استحباب کے درجہ کی پابندی تسلیم کرنے میں مضائقہ نہیں ہے۔ استحباب کے درجہ کی پابندی کا زیادہ تعلق انسان کے ضمیر سے ہے۔ اللہ اور بندہ کے درمیان محبت کا رشتہ قائم ہو جائے تو اس پابندی کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے میں آسانی ہوتی ہے۔ قانون کی خشکی کو جب تک محبت کی چاشنی نہ دی جائے ہر حکم پر عمل کرنے میں دشواری ہوتی ہے خواہ وجوبی حکم ہو یا استحبابی حکم ہو۔

وہ قول یہ ہے کہ آیت کا تعلق مریض اور مسافر ہی سے رکھا جائے اور مریض و مسافر کی دو قسمیں کی جائیں۔

(۱) وہ مریض و مسافر جن میں روزہ رکھنے کی طاقت ہے۔ یعنی روزہ رکھنے میں ان کو زیادہ مشقت نہیں برداشت کرنی پڑتی ہے لیکن مرض اور سفر کی وجہ سے روزہ نہ رکھنے کی اجازت سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اس لیے اس کے بدلہ ایک مسکین کو کھانا کھلائیں اور جس قدر ہو سکے خوشدلی کے ساتھ زیادہ دیں۔ قضاء تو بعد میں بہر حال ہے، لیکن قضاء اور فدیہ (ایک مسکین کو کھانا کھلانا) دونوں مل کر بھی اصل روزہ کے فائدہ کو نہیں پہونچ سکتے ہیں۔ اس لیے کہا گیا کہ ان سب کے باوجود روزہ رکھنا ہی بہتر ہے۔

اس قول سے آیت کا باہمی تعلق جوڑنے میں سہولت ہوتی ہے اور مریضوں اور مسافروں کے درمیان جو فرق ہوتا ہے اور جس کی بنا پر اعتراض کیا جاتا ہے (کہ کسی کو زیادہ سہولت اور کسی کو زیادہ دشواری میں دونوں کا حکم ایک ہے اور رخصت سے فائدہ اٹھانے میں دونوں برابر ہیں) اس کی کچھ رعایت ہوجاتی ہے اور غریبوں کے فائدہ کی بھی ایک شکل نکل آتی ہے۔ وجوبی حکم اس لیے نہیں کہا سکتا ہے کہ "زیادہ مشقت" کی حدبندی نہیں کی جاسکتی ہے کہ کس حد کو زیادہ مشقت سمجھا جائے اور کس کے لیے کتنی "زیادہ مشقت" کا اعتبار کیا جائے اسی بنا پر روزہ میں رخصت کی علّت مشقت کو نہیں بنایا گیا کہ اس کی حدبندی نہیں کی جاسکتی ہے۔ بلکہ مرض اور سفر کو بنایا گیا ہے جو سب کے لیے عام ہے۔ شریعت کے ہر وجوبی حکم میں اس کی رعایت ضروری ہوتی ہے کہ وہ کسی کے لیے خاص نہ ہو بلکہ سب کے لیے عام ہو۔[1]

(۲) وہ مریض و مسافر جن کو روزہ رکھنے میں زیادہ مشقت ہو رہی ہے ان کا حکم آگے آرہا ہے۔ ان کے بارے میں مذکورہ پابندی نہیں ہے۔ اس صورت میں ایک ہی حکم کے تکرار کی بات بھی ختم ہوجاتی ہے کہ آنے والا حکم ان مریضوں اور مسافروں کے لیے ہے جن کو روزہ رکھنے میں زیادہ مشقت ہوتی ہے، جبکہ یہ حکم ان کے لیے ہے جن کو روزہ رکھنے میں زیادہ مشقت نہیں ہوتی ہے۔

روزہ کے لیے مہینہ کا انتخاب

روزہ کی فضیلت و بڑائی کے لیے یہی بات کیا کم تھی کہ اس میں بندہ اپنی مرضی اور خواہش کو اللہ کی مرضی اور خواہش میں گم کر دیتا ہے۔ پھر اللہ کی رضا و خوشنودی کا وہ مقام حاصل کر لیتا ہے کہ کسی اور عبادت سے یہ مقام نہیں حاصل ہوتا ہے۔ لیکن فضیلت و بڑائی کی بات اسی پر نہیں ختم ہوتی ہے بلکہ اس کو "دوآتشہ" بنانے کے لیے اس کے دنوں کا انتخاب ایک ایسے مہینے میں ہوا جس کو وہ فضیلت و بڑائی حاصل ہے جو کسی اور مہینہ کو نہیں حاصل ہے۔ وہ ہے رمضان کا مہینہ جس میں نبوت کی تاجپوشی کی گئی، یعنی جس کی شب قدر میں نبوت کا تاج حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر رکھا

---

[1] اس بحث کو سمجھنے کے لیے راقم الحروف کی کتاب "فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر" بحث "قیاس" کا مطالعہ مفید رہے گا جو ہندوستان و پاکستان دونوں جگہ سے شائع ہو رہی ہے۔

گیا، جس سے ہدایت و سربراہی کے لیے پہلے نبیوں کا دور گزر کر آپ کے سنہرے دور کی بنیاد پڑی اور جس میں اللہ کا آخری ہدایت نامہ یعنی قرآن اتارا گیا جس سے ہمیشہ کے لیے ساری دنیا کی ہدایت و رہنمائی کا انتظام ہوا اور ہدایت کرنے کی راہ سے دوسری قوموں کو جو بڑائی اور برتری حاصل تھی وہ "امتِ مسلمہ" کے حصہ میں آئی۔ ظاہر ہے کہ روزہ کے دنوں کے لیے کسی اور مہینہ کا انتخاب ان فضیلتوں اور بڑائیوں کو اپنے اندر نہ سمیٹ سکتا تھا۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيٓ أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى
لِلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ
شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۖ وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا
أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۗ يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ
الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ
وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ
وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ
الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۖ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي
لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ۝ (البقرہ : ۸۶/۸۵)

(روزہ کے لیے گنتی کے چند دن) رمضان کا مہینہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا، جو لوگوں کے واسطے ہدایت ہے اور جس میں ہدایت اور حق و باطل کے درمیان فیصلہ کی روشن دلیلیں ہیں۔ جو کوئی اس مہینہ کو پائے تو اس کے روزے رکھے۔ (ہاں) اگر مریض و مسافر ہو تو دوسرے دنوں سے گنتی پوری کرے (قضا کرے)۔ اللہ تمہارے لیے آسانی چاہتا ہے، تم پر تنگی نہیں چاہتا ہے اور تاکہ تم گنتی پوری کر لو اور تاکہ تم اللہ کی بڑائی بیان کرو کہ اس نے تمہاری رہنمائی کی اور تاکہ تم اللہ کا شکر کرو اور جب آپ سے میرے بندے میرے متعلق سوال کریں تو میں قریب ہوں۔ دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب وہ مجھ

"شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن"

مولانا محمد سعید الرحمان علوی

(۹ اگست ۱۹۸۹ء کو پنجاب پبلک لائبریری ہال میں علامہ شبیر بخاری کی زیرِ صدارت پڑھا گیا۔ (ادارہ)

بعد از خطبۂ مسنونہ!

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ
لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ
وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ؕ وَمَنْ اَوْفٰى
بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَ
ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ
السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ
النَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

(سورۃ التوبہ : ۱۱۱، ۱۱۲)

"بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانیں بھی خرید لیں اور ان کا مال بھی، اور اس قیمت پر خرید لیں کہ ان کے لئے بہشت (کی جاودانی زندگی) ہو" وہ (کسی دنیوی مقصد کی راہ میں نہیں بلکہ) اللہ تعالیٰ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں، پس مارتے بھی ہیں اور مرتے بھی ہیں' یہ وعدہ اللہ تعالیٰ کے ذمّہ ہو چکا (یعنی اس نے ایسا ہی قانون ٹھہرادیا)، تورات، انجیل، قرآن (تینوں کتابوں) میں (یکساں طور پر) اس کا اعلان ہے، اور اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کون ہے جو اپنا عہد پورا کرنے والا ہو! پس (مسلمانو!) اپنے اس سودے پر جو تم نے اللہ تعالےٰ

سے چکایا خوشیاں مناؤ اور یہی ہے جو بڑی سے بڑی فیروزمندی ہے (ان لوگوں کے اوصاف و اعمال کا یہ حال ہے کہ (اپنی لغزشوں اور خطاؤں سے) توبہ کرنے والے، عبادت میں سرگرم رہنے والے، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرنے والے، سیر و سیاحت کرتے والے، رکوع و سجود میں جھکنے والے، نیکی کا حکم دینے والے، برائی سے روکنے والے اور اللہ تعالیٰ کی ٹھہرائی ہوئی حد بندیوں کی حفاظت کرنے والے ہیں (اے پیغمبر یہی سچے مومن ہیں) اور مومنوں کو (کامیابی و سعادت کی) خوش خبری دے دو۔"

(مولانا ابوالکلام: ترجمان القرآن ج ۲ ص ۲۴۲ - ۲۴۵ دہلی)

قرآن کریم کی دو آیات، توضیحی ترجمہ کے ساتھ سامنے آئی ہیں، ان آیات میں بیان کردہ مضامین و مفاہیم کی تفصیل بیان کرنا مقصد ہے نہ وقت اس کی اجازت دیتا ہے، لیکن زیر بحث موضوع کے ساتھ چونکہ ان آیات کی گہری مناسبت ہے اس لئے ایسا کرنا ضروری سمجھا گیا۔ برعظیم ہند و پاک میں قرآن عزیز کے سب سے بڑے خادم خانوادہ ولی اللّٰہی کے ایک رکن رکین مولانا ابوالکلام آزاد نے پہلی آیت کے حوالے سے جو لکھا اس کا بیان بھی ضروری ہے تاکہ بات زیادہ واضح ہو سکے: ۔

" اس آیت میں "حُبِّ ایمانی" کی حقیقت واضح کی ہے۔ فرمایا: جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے تو ایمان کا معاملہ یوں سمجھو کہ انہوں نے اپنا "سب کچھ" اللہ تعالیٰ کے ہاتھ بیچ ڈالا، جان بھی اور مال و متاع بھی، اب ان کی کوئی چیز ان کی نہیں رہی۔ اللہ تعالیٰ اور اس کی سچائی کی ہو گئی۔

بندگانِ تو در عشق خداوندانند
دو جہاں را بہ تمنائے تو بفروختہ اند

اور پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے معاوضے میں کیا ہوا؟ یہ ہوا کہ نعیم ابدی کی کامرانیاں انہیں عطا فرمائیں۔ یہ گویا خرید و فروخت کا ایک معاملہ تھا جو اللہ تعالیٰ میں اور عشاقِ حق میں طے پا گیا۔ اب نہ بیچنے والا اپنی متاع